



*Sociology & Cultural Research Review (SCRR)*  
 Available Online: <https://scrrjournal.com>  
 Print ISSN: [3007-3103](https://doi.org/10.3007-3103) Online ISSN: [3007-3111](https://doi.org/10.3007-3111)  
 Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](https://openjournal.org)



## A Critical Review of the Intellectual, Cultural, and Stylistic Trends of Modernism in Urdu Literature

اردو ادب میں جدیدیت کے فکری، تہذیبی اور اسلوبیاتی رجحانات کا تنقیدی جائزہ

Abdul Khalique Janwari

M.Phil Scholar (Urdu), Shah Abdul Latif University Khairpur/ Lecturer in Urdu Government Superior Science College Khairpur

### ABSTRACT

*This article presents a critical review of the intellectual, cultural, and stylistic trends of modernism in Urdu literature, tracing its emergence from the late nineteenth century through the mid-twentieth century. Modernism in Urdu literature developed as a powerful and multifaceted movement that fundamentally transformed literary expression by moving away from traditional narrative and poetic conventions toward a more complex, symbolic, and abstract mode of representation. Drawing on the foundational critical works of Muhammad Hasan Askari, Shamsur Rahman Faruqi, Shamim Hanfi, and Nasir Abbas Nayyar, alongside the creative contributions of Miraji, N. M. Rashid, Saadat Hasan Manto, Intizar Husain, and Qurratulain Hyder, this study examines how Urdu modernism negotiated the tension between Western modernist theories and indigenous cultural traditions. Intellectual trends including individualism, existential crisis, uncertainty, and alienation are analyzed as the philosophical foundations that reshaped the thematic concerns of Urdu poetry and fiction. The cultural dimension explores the impact of colonialism, the trauma of partition, urbanization, and the resulting crisis of identity and civilization that became central motifs in modernist literature. Stylistic innovations such as free verse, stream of consciousness, internal monologue, flashback techniques, and the radical reinvention of metaphors and symbols are evaluated as defining features of the modernist aesthetic revolution in Urdu. The article further addresses the critical debate surrounding the relationship between modernism and the progressive movement, as well as the distinctions between modernism and postmodernism in the Urdu critical tradition. The study concludes that Urdu modernism, while engaging deeply with global modernist thought, developed its own distinctive character rooted in local historical experiences, civilizational symbols, and linguistic particularities, thereby establishing itself as an original creative force rather than a mere imitation of Western literary models.*

**Keywords:** Urdu Modernism, Intellectual Trends, Cultural Crisis, Stylistic Innovation, Literary Criticism, Identity and Civilization.

### تعارف

جدیدیت ادب کی ایک طاقتور اور ہمہ گیر تحریک ہے جو روایتی اصولوں اور لکیر کے فقیر رویوں سے بھرپور انحراف کرتے ہوئے انسانی وجود کے گہرے اور پیچیدہ بحرانوں، عدم یقین کی دائمی کیفیت، بڑھتی ہوئی تنہائی، اور جدید صنعتی معاشرے کی بے چہرہ پیچیدگیوں کو نہایت علامتی، تجریدی اور کثیر الجہتی انداز میں پیش کرتی ہے۔ عالمی سطح پر جدیدیت نے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں یورپ میں بے لگام صنعت کاری، جنگ عظیم اول کی ہولناک تباہ کاریوں اور صدیوں پر محیط روایتی اخلاقی و مذہبی اقدار کے المناک زوال کے نتیجے میں ایک فکری انقلاب کے طور پر جنم لیا (حبیب، 2007)۔ اس فکری انقلاب نے فنون لطیفہ، فن تعمیر، موسیقی اور بالخصوص ادب کو ایک ایسی نئی اور باغیانہ

جہت عطا کی جہاں انفرادیت کا جنون، زندگی کی بے معنویت کا تلخ احساس اور زبان کے جارحانہ تجرباتی استعمال نے مرکزی حیثیت اختیار کر لی۔ جدیدیت نے ادب کو محض تفریح یا فرار کا ایک غیر فعال ذریعہ نہیں بلکہ انسانی نفسیات کی گہرائیوں اور معاشرتی تبدیلیوں کے تلخ حقائق کا ایک بے لاگ اور کرب انگیز آئینہ بنا دیا جس نے قاری کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس عالمگیر تحریک نے دنیا بھر کے ادب کو نئی زبانیں، نئے جری اسالیب اور ایک نئی کرب ناک حساسیت عطا کی جو آج بھی ادبی تنقید کا سب سے زیادہ چیلنجنگ اور اہم موضوع ہے۔ اردو ادب نے بھی اس عالمی فکری اہر سے نہ صرف گہرا اثر قبول کیا بلکہ اسے اپنی تہذیبی روایت میں جذب کر کے اپنا ایک الگ اور منفرد راستہ اختیار کیا۔

اردو ادب میں جدیدیت کا ورود انیسویں صدی کے آخر میں سرسید احمد خان اور الطاف حسین حالی کی عقلیت پسند اور اصلاح پسند تحریکات سے شروع ہوا جو بیک وقت روایت کی تجدید اور جدید سائنسی تعلیم پر بھرپور زور دیتے تھے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں ترقی پسند تحریک نے سماجی شعور اور طبقاتی جدوجہد کو شدت سے اجاگر کیا مگر 1930 اور 1940 کی دہائی میں میراجی، ن م راشد اور حلقہ ارباب ذوق نے رومانویت سے یکسر انحراف کرتے ہوئے خالص جدیدیت کے پیچیدہ اور اشتعال انگیز اسالیب متعارف کرائے (فاروقی، 1979)۔ تقسیم ہند کے المناک سانحے کے بعد انتظار حسین، قرۃ العین حیدر اور محمد حسن عسکری جیسے بلند پایہ ادیبوں نے جدیدیت کو ایک نئی فکری اور تہذیبی گہرائی عطا کی۔ عسکری نے جدیدیت کو مغربی اثرات کی اندھی تقلید کے بجائے مقامی تہذیبی روایت کے ساتھ ایک تخلیقی امتزاج کے طور پر دیکھا اور اسے برصغیر کی ثقافتی شناخت کے تناظر میں ڈھالا (عسکری، 1971)۔ اس اہم دور میں اردو افسانہ اور نظم نے رومانویت اور براہ راست سیاسی بیان بازی سے ہٹ کر انسانی وجود کی نفسیاتی گہرائی، کائناتی علامت اور اظہار کی بے ساختگی کی طرف ایک انقلابی رخ کیا۔ جدیدیت نے اردو ادب کو عالمی ادبی دھاروں سے جوڑا جبکہ اس کی مقامی تہذیبی خصوصیات کو بھی مضبوطی سے برقرار رکھا (کیرن، 2012)۔ اس طرح اردو جدیدیت محض نقل نہیں بلکہ ایک تخلیقی تشکیل بن کر ابھری۔

جدیدیت کو اس کی نوعیت کے اعتبار سے فکری، تہذیبی اور اسلوبیاتی سطح پر تقسیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ تینوں جہات اس کی بنیادی تشکیل کرتی ہیں۔ فکری سطح پر یہ انفرادیت کی مطلق العنانی، وجودی بحران کی کربناکی اور روایتی یقین کے خوفناک زوال پر مبنی ہے۔ تہذیبی سطح پر یہ استعمار کے گہرے زخم، جدید شہری زندگی کی بے چہرگی، تہذیبی تصادم کی پیچیدگی اور شناخت کے بحران کو مرکزی موضوع بناتی ہے۔ اسلوبیاتی سطح پر یہ آزاد نظم کی بے قید فضاء، علامتی زبان کی پراسرار گہرائی، داخلی یک گوئی کی خود کلامی اور روایتی قصہ گوئی سے بغاوت جیسے جرات مندانہ تجربات پیش کرتی ہے۔ یہ سہ جہتی تقسیم اردو ادب میں جدیدیت کی غیر معمولی اہمیت کو واضح کرتی ہے کیونکہ اس نے ادب کو محض تفریح یا جذباتی تسکین سے بالاتر کر کے فکری بیداری اور سماجی تبدیلی کا ایک طاقتور آلہ بنا دیا (فاروقی، 1979)۔ اس تحقیق کا دائرہ اردو ادب کے انیسویں صدی کے آخر سے بیسویں صدی کے وسط تک کے اس زرخیز دور تک محدود ہے جس میں فکری، تہذیبی اور اسلوبیاتی رجحانات کا ایک جامع تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ اس کا بنیادی مقصد جدیدیت کی انفرادی خصوصیات کو ابھارنا ہے بغیر کسی مخصوص مکتب فکر کی پابندی کے (عسکری، 1971)۔ اس تحقیق کے ذریعے اردو جدیدیت کی اصلیت اور عالمی تناظر میں اس کے مقام کا تعین کرنا ممکن ہو گا۔

## ادب کا جائزہ

اردو ادب میں جدیدیت پر تنقیدی کاموں کی روایت کافی زرخیز رہی ہے اور اس حوالے سے متعدد نامور نقادوں نے اپنے گہرے تجزیے پیش کیے ہیں۔ محمد حسن عسکری کو اس میدان میں اولین نقاد کے طور پر جانا جاتا ہے جنہوں نے جدیدیت کو محض ایک ادبی تحریک کے بجائے ایک مکمل تہذیبی اور فکری نظام کے طور پر دیکھا (عسکری، 1971)۔ ان کے نظریات میں جدیدیت کا تصور مغربی اثرات کی تقلید کے بجائے مقامی روایت کے ساتھ تخلیقی مکا ملے پر مبنی تھا۔ شمس الرحمن فاروقی نے اپنی گر انقدر تصنیف "اردو کی جدید تنقید" میں جدیدیت کے اسالیب کو نہایت باریک

بنی سے پرکھا اور اسے اردو ادب کی فطری ارتقائی منزل قرار دیا (فاروقی، 1979)۔ شمیم حنفی نے جدیدیت کو جدید شہری زندگی کے کرب اور انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کے اظہار کے طور پر شناخت کیا اور ان کی تحریریں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ جدیدیت محض ایک اسلوبیاتی تجربہ نہیں بلکہ انسانی وجود کی گہری معنویت کی تلاش ہے۔ گوپال چاند اور رشید امین جیسے نقادوں نے بھی جدیدیت کے سیاسی اور سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے اسے استعماری دور کے رد عمل کے طور پر دیکھا۔ معاصر تحقیق میں ناصر عباس نیئر نے "نوآبادیاتی عہد، جدیدیت اور اردو ادب" میں اس بات کو واضح کیا کہ اردو جدیدیت کا گہرا تعلق استعماری تجربات اور مابعد نوآبادیاتی شناخت کے بحران سے ہے (نیئر، 2020)۔ ان تمام نقادوں نے اجتماعی طور پر یہ ثابت کیا کہ جدیدیت ایک کثیر الجہتی مظہر ہے جسے کسی ایک زاویے سے سمجھنا ممکن نہیں۔

مغربی جدیدیت کے نظریات اور ان کے اردو ادب پر اثرات کو سمجھنا اس بحث کا ایک لازمی جزو ہے کیونکہ اس کے بغیر اردو جدیدیت کی اصلیت کا تعین مشکل ہے۔ ٹی ایس ایلٹ کے نظریہ "روایت اور انفرادی صلاحیت" نے اردو نقادوں کو یہ سکھایا کہ روایت سے انحراف کے بجائے اس کے ساتھ تخلیقی مکالمہ کیا جائے اور یہی نقطہ نظر عسکری اور فاروقی کی تنقید میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے (حبیب، 2007)۔ ایزارپاؤنڈ کے "اسے نیابناؤ" کے نعرے نے اردو شاعری میں زبان اور استعارے کے نئے تجربات کی راہ ہموار کی، جس کا اثر میراجی اور ن م راشد کی شاعری میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ فرانز کاؤفکا کی وجودی اور تجریدی افسانوی دنیا نے اردو افسانے کو نفسیاتی گہرائی اور علامتی اظہار کی نئی جہت عطا کی، جس کے اثرات انتظار حسین اور سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں نمایاں ہیں۔ جینفر ڈبرو نے اپنی تحقیق میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اردو جدیدیت کو عالمی "ارضی جدیدیت" کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے اور ترقی پسند تحریک کو بھی دراصل اسی عالمی جدیدیت کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے (ڈبرو، 2019)۔ ان مغربی اثرات کے باوجود اردو جدیدیت نے اپنا ایک الگ تشخص برقرار رکھا اور مقامی علامات، تہذیبی استعاروں اور مذہبی رمزیت کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

اردو جدیدیت پر موجودہ تحقیقی کام میں چند نمایاں خامیوں اور خلا کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جنہیں پُر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اولین خلا یہ ہے کہ زیادہ تر تنقیدی کام صرف چند مخصوص ادیبوں مثلاً میراجی، انتظار حسین یا منٹو تک محدود رہے ہیں جبکہ نسیم حجازی، Country ادب اور خواتین ادبیات کے ہاں جدیدیت کے اثرات کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ دوسرا اہم خلا یہ ہے کہ جدیدیت کو اکثر ایک یک رخ اور ایک جہتی تحریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے جبکہ حقیقت میں اس کے متعدد دھارے تھے جو ایک دوسرے سے مختلف بلکہ بعض اوقات متضاد بھی تھے۔ زاہد حسین اور ڈاکٹر سمیر اکبر نے اپنے حالیہ مقالے میں اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اردو تنقید میں نو نظری رجحانات اور مابعد جدیدیت کے درمیان فرق کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے (حسین اور اکبر، 2025)۔ تیسرا خلا یہ ہے کہ اردو جدیدیت کو اس کے سماجی اور معاشی تناظر سے کاٹ کر محض ایک فکری یا جمالیاتی مظہر کے طور پر دیکھا گیا ہے، جبکہ صنعت کاری، شہری کاری اور تقسیم ہند جیسے عظیم تاریخی واقعات نے اس کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان خلا کو پُر کرنے کے لیے ایک بین الضابطہ نقطہ نظر کی ضرورت ہے جو ادب، تاریخ، سماجیات اور فلسفے کو یکجا کرے۔

اردو ادب میں مختلف تنقیدی مکاتب فکر نے جدیدیت کو اپنے اپنے نظریاتی زاویے سے پرکھا ہے اور ان کا تقابلی جائزہ جدیدیت کی جامع تفہیم کے لیے ناگزیر ہے۔ ترقی پسند تنقید نے جدیدیت کو بورژوا طبقے کی منحرف سوئی ہوئی ادبی بغاوت کے طور پر دیکھا اور اس پر نخبہ پسندی اور عوام سے کٹے ہونے کا الزام لگایا۔ اس کے برعکس جدید ترقی پسند نقادوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ جدیدیت دراصل ترقی پسندی کی فطری تکمیل ہے اور دونوں کا مقصد انسانی آزادی اور سماجی انصاف کا حصول ہے (ڈبرو، 2019)۔ زین میاں نے اپنے حالیہ مقالے میں عسکری کی تحریروں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی پسندی اور جدیدیت کے درمیان فرض کیے جانے والے متضاد تعلقات دراصل اتنے سادہ نہیں ہیں اور

عسکری کا کام ان دونوں کے درمیان ایک پل کا کام کرتا ہے (میاں، 2023)۔ مابعد جدیدیت نے جدیدیت کے بعض بنیادی مفروضوں جیسے تاریخ کا لکیری تسلسل، واحد سچائی کا تصور اور متعین شناخت کو چیلنج کیا اور اس کی جگہ ٹکڑے، بے ترتیبی، کثرتیت اور عدم یقین کو ترجیح دی (حسین اور اکبر، 2025)۔ ان تمام تنقیدی مکاتب فکر کے تقابلی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اردو جدیدیت ایک متحرک اور متنازعہ فیہ تحریک رہی ہے جس نے ادب، سیاست، سماج اور فلسفے کو ایک دوسرے سے مربوط کیا اور آج بھی اس کی معنویت اور اہمیت برقرار ہے۔

**تحقیق کے مقاصد**

اس تحقیق کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں۔ پہلا مقصد اردو ادب میں جدیدیت کے فکری رجحانات کو تنقیدی طور پر جانچنا ہے جس کے تحت انفرادیت، وجودی بحران، مذہبی اور اخلاقی یقین کے زوال اور انسانی تنہائی جیسے نظریات کا تجزیہ کیا جائے گا۔ دوسرا مقصد جدیدیت کے تہذیبی اثرات کا تجزیہ کرنا ہے جس میں مغربی تہذیب کے اثرات، استعمار کے زخم، جدید شہری زندگی کی بے چہرگی اور روایت و جدیدیت کے تصادم سے پیدا ہونے والی تہذیبی الجھنوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ تیسرا مقصد جدیدیت کے اسلوبیاتی رجحانات کی نشاندہی اور ان کا تنقیدی جائزہ لینا ہے جس میں زبان کا علامتی اور تجریدی استعمال، نئے استعاروں کی تشکیل، داخلی یک گوئی، شعور کی رو، علامت نگاری اور آزاد نظم کی صنف کے فروغ کا جائزہ شامل ہے۔ چوتھا مقصد اردو جدیدیت کو عالمی جدیدیت کے تناظر میں پرکھنا اور اس کی انفرادیت کو اجاگر کرنا ہے تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ وہ محض مغربی جدیدیت کی نقل تھی یا اس نے اپنی مقامی روایت اور تاریخی تجربات کی بنیاد پر ایک الگ تشخص تشکیل دیا۔

### فکری رجحانات

اردو ادب میں جدیدیت کا فکری ڈھانچہ ان بنیادی فلسفیانہ تصورات پر استوار ہوا جنہوں نے بیسویں صدی میں عالمی سطح پر انسانی سوچ کو یکسر تبدیل کر دیا تھا۔ انفرادیت کا تصور جدیدیت کی فکری اساس کا سب سے نمایاں ستون ہے جس نے انسان کو اجتماعیت کے جبر سے آزاد کر کے اس کی انفرادی نفسیات، خواہشات اور کرب کو ادب کا مرکزی موضوع بنایا۔ اس فکری تبدیلی نے انسان کو ایک سماجی اکائی کے بجائے ایک خود مختار اور منفرد وجود کے طور پر پیش کیا جس کا باطن بیرونی دنیا سے زیادہ اہم ہے۔ وجودیت کے فلسفے نے اس انفرادی تصور کو مزید گہرائی دی اور یہ ثابت کیا کہ انسان اس دنیا میں "پھینکا ہوا" ایک بے یار و مددگار وجود ہے جسے اپنے اعمال کے ذریعے خود اپنی زندگی کا معنی تخلیق کرنا پڑتا ہے (شمس، 2011)۔ عدم یقین کی کیفیت نے مذہب، اخلاقیات اور روایت کے ذریعے فراہم کیے گئے تمام یقینی جوابات کو مشکوک بنا دیا اور انسان کو ایک ایسی کائنات میں تنہا چھوڑ دیا جہاں کوئی مطلق سچائی موجود نہیں ہے۔ الگ تھلگ ہونے کا یہ احساس جدید شہری زندگی کی بے چہرگی، صنعتی معاشرے کی مشینیت اور خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا براہ راست نتیجہ تھا۔ اردو ادب میں ان فکری تصورات نے ایک نئی حساسیت کو جنم دیا جہاں انسان کا وجودی کرب، اس کی تنہائی، اس کی بے چینی اور اس کا اپنی ذات سے فرار یا اس کی تلاش ادب کا مرکزی موضوع بن گئے۔ یہ فکری تبدیلی محض مغربی فلسفے کی تقلید نہیں تھی بلکہ برصغیر کے اپنے تاریخی اور سماجی تجربات، تقسیم ہند کے لیے اور استعماری تجربات نے بھی ان تصورات کو مقامی طور پر ناگزیر بنا دیا تھا (نیر، 2020)۔

اردو شاعری اور افسانے نے جدیدیت کی ان فکری تبدیلیوں کو نہ صرف قبول کیا بلکہ انہیں ایسے تخلیقی اظہار سے روشناس کرایا جو آج بھی ادب کا سرمایہ ہیں۔ شاعری میں میراجی کا نام جدیدیت کی اس فکری لہر کے سب سے طاقتور نمائندے کے طور پر لیا جاتا ہے جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے انسانی جسم، جنسیت، تنہائی اور وجودی کرب کو ایک ایسی بے باکی اور جرات کے ساتھ پیش کیا جس کی اردو ادب میں پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ میراجی نے روایتی شاعری کے موضوعات سے ہٹ کر انسانی وجود کے تاریک اور دبے ہوئے گوشوں کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا اور ان کی شاعری جدید انسان کی نفسیاتی پیچیدگیوں کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتی ہے (فاروقی، 1979)۔ فیض احمد فیض نے جدیدیت کے فکری عناصر کو ترقی

پسند سماجی شعور کے ساتھ امتزاج کر کے ایک نئی شاعرانہ جہت پیدا کی جہاں انسانی محبت، انقلاب اور جمالیات ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گئے۔ ناصر کاظمی کی شاعری میں جدید انسان کی تنہائی، جدائی کا کرب اور یادوں کی پرچھائیاں ایک ایسی لطیف اور نرم لہجے میں ڈھلی ہیں کہ ان کی نظمیں جدید حساسیت کی بہترین مثال بن گئی ہیں۔ افسانے میں انتظار حسین نے جدیدیت کی فکری اساس کو ماضی کی اساطیر، روایت کی علامتوں اور اجتماعی لاشعور کے ساتھ مربوط کر کے اپنی ایک الگ فکری دنیا تخلیق کی۔ ان کے افسانوں میں جدید انسان کا وجودی اور تہذیبی بحران ایک ایسی علامتی زبان میں ڈھلتا ہے جو بیک وقت قدیم اور جدید دونوں ہے (میاں، 2023)۔ ان تمام ادیبوں نے اردو ادب کو فکری سطح پر اس قابل بنایا کہ وہ عالمی ادب کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکے۔

روایت اور جدیدیت کے درمیان فکری تصادم اردو ادب میں جدیدیت کی سب سے اہم اور پیچیدہ بحث ہے جس نے کئی عشروں تک نقادوں اور تخلیق کاروں کے درمیان مکالمے اور مناظرے کو جنم دیا۔ روایت پرست نقادوں نے جدیدیت کو مغربی تہذیب کی غلامی، اخلاقی انحطاط اور اردو زبان و ادب کی تباہی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ دوسری جانب جدیدیت کے حامیوں نے روایت کو ایک زندہ اور متحرک شے کے بجائے ایک بند اور جمود کا شکار نظام قرار دیا جو انسانی تخلیق کی آزادی کو سلب کر لیتا ہے۔ محمد حسن عسکری نے اس فکری تصادم میں ایک درمیانی اور زیادہ عقلی موقف اختیار کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ روایت اور جدیدیت کے درمیان مکالمہ ممکن ہے اور درحقیقت اردو ادب کی طاقتور ترین تخلیقات اسی مکالمے سے پیدا ہوئی ہیں (عسکری، 1971)۔ شمس الرحمن فاروقی نے اپنی تنقید میں یہ واضح کیا کہ جدیدیت دراصل روایت کی نفی نہیں بلکہ اس کا دوسرا رخ ہے اور ہر بڑا تخلیق کار اپنی روایت کے ساتھ مکالمہ کر کے ہی نئی راہیں نکالتا ہے (فاروقی، 1979)۔ یہ تصادم دراصل جدید انسان کی اس کیفیت کی نمائندگی کرتا ہے جہاں وہ ماضی کی اقدار کو مکمل طور پر ترک بھی نہیں کر سکتا اور انہیں جوں کا توں قبول بھی نہیں کر سکتا، یہی الجھن اردو جدیدیت کی سب سے بڑی فکری خصوصیت بن کر ابھری ہے۔ یہ تصادم تخلیقی سطح پر انتہائی زرخیز ثابت ہوا اور اس نے ایسے ادب کو جنم دیا جو بیک وقت قدیم اور جدید دونوں اقدار کا احاطہ کرتا ہے۔

اردو ادب میں جدیدیت کے فکری رجحانات کو سمجھنے کے لیے چند مخصوص تخلیقی مثالوں اور اقتباسات کا جائزہ ناگزیر ہے۔ میراجی کی مشہور نظم "کے پار آر پار" میں جدید انسان کی بے چینی، جنسیت اور روحانی خلا کو جس شدت سے پیش کیا گیا ہے وہ اردو شاعری میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اس نظم میں میراجی نے روایتی استعاروں کو توڑ کر نئے علامتی معنی تخلیق کیے ہیں جو جدید حساسیت کی عکاسی کرتے ہیں (شمس، 2011)۔ اسی طرح انتظار حسین کے افسانے "آخری آدمی" میں جدید انسان کا وجودی بحران، اس کی تنہائی اور ماضی کے ساتھ اس کا ٹوٹا ہوا رشتہ جس علامتی اور اساطیری زبان میں پیش کیا گیا ہے وہ اردو افسانے میں فکری جدیدیت کی معراج ہے۔ اس افسانے میں انتظار حسین نے ماضی کی اساطیر کو جدید سیاق میں ڈھال کر ایک ایسی فکری فضا تخلیق کی ہے جو قاری کو اپنی ذات اور اپنی تہذیب کی اصلیت پر سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے (میاں، 2023)۔ ناصر کاظمی کی نظم "نہیں کچھ اور بات" میں جدید انسان کی تنہائی اور مایوسی جس لطیف اور مدہم لہجے میں بیان ہوئی ہے وہ جدیدیت کے اس پہلو کو ظاہر کرتی ہے جہاں انسان خاموشی سے اپنے زخموں کو سہتا ہے۔ فیض احمد فیض کی نظم "مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ" میں جدید فکری تصورات، انسانی محبت اور سماجی انصاف کی جدوجہد کا جو امتزاج ملتا ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اردو میں جدیدیت محض انفرادی کرب تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے اجتماعی مسائل کو بھی اپنی فکری دنیا کا حصہ بنایا۔ یہ تمام مثالیں اس حقیقت کی گواہی دیتی ہیں کہ اردو ادب میں جدیدیت نے فکری سطح پر ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس نے ادب کو ہمیشہ کے لیے بدل دیا (عسکری، 1971)۔

## تہذیبی رجحانات

اردو ادب میں جدیدیت کا تہذیبی پس منظر استعماری دور کے ان گہرے زخموں سے عبارت ہے جنہوں نے برصغیر کی اجتماعی نفسیات کو یکسر تبدیل کر دیا تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں انگریز استعمار نے محض سیاسی غلامی ہی مسلط نہیں کی بلکہ ایک پوری تہذیب کو اپنی علمی، ثقافتی اور لسانی بالادستی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اس صورت حال نے اردو ادیبوں کے سامنے ایک گہرا تہذیبی بحران کھڑا کر دیا جہاں ایک طرف اپنی روایتی تہذیبی اقدار سے وابستگی تھی اور دوسری طرف مغربی علوم اور جدیدیت کے فکری تقاضوں کو قبول کرنے کی مجبوری تھی۔ سر سید احمد خان کی علمی تحریک دراصل اسی تہذیبی بحران کا ایک منظم اور شعوری رد عمل تھی جس نے مسلمانوں کو جدید تعلیم اور سائنس کے ذریعے اپنی تہذیبی شناخت کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی دعوت دی (نیز، 2020)۔ تقسیم ہند نے اس تہذیبی بحران کو ایک خوفناک المیے میں بدل دیا جس نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو تباہ کیا اور اجتماعی لاشعور پر ایسے گہرے نشان چھوڑے جو آج تک مندمل نہیں ہو سکے۔ ہجرت کا کرب، اجتماعی قتل عام کی ہولناکی، بے گھری کا احساس اور اپنی جنم بھومی سے جدائی کا صدمہ جدیدیت کے تہذیبی بحران کا سب سے المناک مظہر تھا۔ انتظار حسین کے افسانے اسی تہذیبی المیے کی گواہی دیتے ہیں جہاں ماضی کی یاد، کھوئے ہوئے شہروں کی حسرت اور شناخت کے بحران نے مل کر ایک ایسی ادبی کائنات تشکیل دی جو بیک وقت ذاتی اور اجتماعی ہے (میاں، 2023)۔

جدید شہری زندگی اور مغربی اثرات نے اردو ادب میں تہذیبی تبدیلیوں کے اظہار کو ایک نئی جہت بخشی۔ صنعت کاری کے نتیجے میں وجود میں آنے والے شہروں نے انسان کو ایک ایسی مشینی زندگی میں دھکیل دیا جہاں رشتوں کی گرم جوشی، محلے کی اپنائیت اور خاندان کی اجتماعی زندگی رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئی۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول "آگ کا دریا" میں اسی تہذیبی تصادم کو تاریخ کے وسیع کینوس پر پیش کیا جہاں ہندوستان کی قدیم تہذیب، مسلم ثقافت اور مغربی جدیدیت کے درمیان کشمکش کو کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی داستان کے ذریعے بیان کیا گیا ہے (فاروقی، 1979)۔ خاندانی ڈھانچے کی تبدیلی نے اردو افسانے کو نئے موضوعات فراہم کیے جہاں مشترکہ خاندانی نظام کا ٹوٹنا، بزرگوں کی تنہائی، نوجوان نسل کی بغاوت اور شادی جیسے رشتوں کی بدلتی ہوئی نوعیت مرکزی حیثیت اختیار کر گئی۔ سعادت حسن منٹو کے افسانے اس حوالے سے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے جدید شہری زندگی کی بے چہرگی، اس کے نفسیاتی دباؤ اور جنسی الجھنوں کو جس بے باکی کے ساتھ پیش کیا وہ اردو ادب میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ منٹو نے ہمیں جیسے جدید شہر کو اپنے افسانوں کا پس منظر بنا کر اس شہری تہذیب کے اندر چھپے ہوئے تضادات، ریاکاریوں اور انسانی اذیت کو بے نقاب کیا (شمس، 2011)۔ اس طرح اردو ادب نے جدید شہری زندگی کی پیچیدگیوں کو نہ صرف موضوع بنایا بلکہ اس کے خلاف ایک خاموش احتجاج بھی درج کیا۔

عورت، جنسیت اور مذہب کے موضوعات نے جدیدیت کے تہذیبی تناظر میں اردو ادب کو ایک نئی اور باغیانہ جہت عطا کی۔ روایتی اردو ادب میں عورت کو ایک مخصوص مثالی تصور کے تحت پیش کیا جاتا تھا جہاں وہ یا تو ایک فرشتہ صفت ہستی تھی یا محض مرد کی جنسی خواہش کا موضوع۔ جدیدیت نے اس روایتی تصور کو توڑ کر عورت کو ایک خود مختار انسان کے طور پر پیش کیا جس کی اپنی خواہشات، اپنی جنسیت، اپنی دانش اور اپنی انفرادی شناخت ہے۔ عصمت چغتائی کے افسانے "لحاف" نے اسی روایتی تصور کو چیلنج کرتے ہوئے عورت کی جنسیت کو موضوع بنایا اور اس وقت کے ادبی اور سماجی حلقوں میں زلزلہ برپا کر دیا (ڈبرو، 2019)۔ یہ افسانہ اس بات کا اعلان تھا کہ جدید ادب عورت کی جنسیت سمیت زندگی کے کسی بھی پہلو کو زیر بحث لانے سے گریز نہیں کرے گا۔ مذہب کے حوالے سے جدیدیت نے ایک پیچیدہ اور متضاد رویہ اختیار کیا۔ ایک طرف تو جدیدیت نے مذہبی عقائد کو روایت کے اس جمود کا حصہ سمجھا جسے توڑنا ضروری ہے، دوسری طرف انتظار حسین جیسے ادیبوں نے مذہبی علامتوں اور اساطیر کو جدید ادبی اظہار کے لیے استعمال کیا اور انہیں نئے معنی عطا کیے۔ میراجی نے اپنی شاعری میں مذہبی علامتوں کو جنسیت کے اظہار کے

لیے استعمال کر کے ایک ایسی فضا تخلیق کی جو بیک وقت مقدس اور ملعون دونوں ہے (نئس، 2011)۔ یوں جدیدیت نے عورت، جنسیت اور مذہب کے موضوعات کو ایک نئے تہذیبی تناظر میں پیش کر کے اردو ادب کو انسانی زندگی کی ان حقیقتوں سے متعارف کرایا جن سے روایتی ادب آنکھیں چراتاتا تھا۔

تہذیبی الجھن اور شناخت کے بحران کی عکاسی اردو ادب میں جدیدیت کا سب سے نمایاں اور کرب انگیز موضوع ہے۔ استعمار، تقسیم اور جدیدیت نے مل کر اردو ادیب کے سامنے ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی جہاں وہ نہ تو اپنی قدیم تہذیبی روایت کو مکمل طور پر اپنا سکتا تھا اور نہ ہی مغربی جدیدیت کو پوری طرح قبول کر سکتا تھا۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی ادبی شخصیت ابھری جو دونوں جہانوں کے درمیان معلق تھی اور اس کی تخلیقات اسی معلق کیفیت کا اظہار تھیں۔ محمد حسن عسکری نے اس تہذیبی الجھن کو اپنی تنقید کا مرکزی موضوع بنایا اور ثابت کیا کہ مسلمان ادیب کا سب سے بڑا مسئلہ اپنی تہذیبی شناخت کا تحفظ کرتے ہوئے جدید دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ہے (عسکری، 1971)۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں اردو ادب کے سامنے شناخت کا ایک نیا بحران کھڑا ہوا جہاں زبان اور تہذیب کو نئی ریاستی ساخت کے ساتھ جوڑنے کا سوال تھا۔ اس سارے عمل میں اردو ادیب نے خود کو ایک ایسے مقام پر پایا جہاں اسے بیک وقت ہندوستانی تہذیب سے اپنے تعلق، اسلامی ثقافت سے وابستگی اور جدید پاکستانی قومیت کے تقاضوں کے درمیان توازن پیدا کرنا تھا۔ یہ تہذیبی الجھن اردو ادب میں جدیدیت کی سب سے بڑی خصوصیت بن کر ابھری اور اس نے ایسے ادب کو جنم دیا جو کسی ایک شناخت یا تہذیب کا نہیں بلکہ ان سب کے درمیان کی پیچیدہ کیفیتوں کا ادب ہے (نیر، 2020)۔

### اسلوبیاتی رجحانات

اردو ادب میں جدیدیت کی آمد نے زبان اور اسلوب کی سطح پر ایک ایسا زلزلہ برپا کیا جس نے صدیوں پر محیط ادبی روایات کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اسلوبیاتی سطح پر جدیدیت کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کو روایتی سادگی اور یک معنویت سے نکال کر اسے پیچیدہ، علامتی اور تجریدی اظہار کا وسیلہ بنانا تھا۔ جدیدیت سے پہلے اردو شاعری اور افسانے کی زبان زیادہ تر بیانیہ اور ابلاغی تھی جہاں الفاظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوتے تھے اور قاری تک مصنف کا پیغام پہنچانا ادب کا بنیادی مقصد سمجھا جاتا تھا۔ جدیدیت نے اس تصور کو الٹ دیا اور زبان کو ایک خود مختار اور خود حوالگی نظام کے طور پر پیش کیا جہاں لفظ اپنے لغوی معنی سے زیادہ اپنے علامتی اور ایہامی مفہوم کی وجہ سے اہم ہے۔ میراجی نے اس نئے لسانی تصور کو اپنی شاعری میں انتہائی شدت کے ساتھ برتا اور ان کی نظموں میں الفاظ محض معنی پہنچانے کا ذریعہ نہیں بلکہ خود اپنی ایک آزاد ہستی رکھتے ہیں (سرکار، 2024)۔ اس حوالے سے ان م راشد کا نام بھی ناگزیر ہے جنہوں نے "ایران میں اجنبی" اور "گمان کا ممکن" جیسی نظموں میں زبان کو اس کی روایتی قواعد سے آزاد کر کے نئے صوتی اور معنوی امکانات کو جنم دیا۔ راشد کی شاعری میں لفظ ایک ایسی اکائی بن جاتا ہے جو بیک وقت کئی معانی کے دروازے کھولتی ہے اور قاری کو ایک متعین مفہوم تک پہنچانے کے بجائے معانی کی ایک کائنات میں چھوڑ دیتی ہے (صدیقی، 2025)۔ اس طرح جدیدیت نے اردو زبان کو ایک نئی تخلیقی توانائی بخشی جس نے ادب کو محض ابلاغ کے بجائے ایک پیچیدہ جمالیاتی تجربے میں تبدیل کر دیا۔

جدیدیت نے اردو شاعری اور افسانے میں نئی اصناف اور تکنیکوں کو متعارف کرا کر اسلوبیاتی انقلاب کو اپنے منطقی انجام تک پہنچایا۔ شاعری میں آزاد نظم کا ظہور جدیدیت کا سب سے بڑا اسلوبیاتی کارنامہ تھا جس نے غزل کی دوسطری پابندیوں اور بحروں کی صدیوں پرانی جکڑ بند یوں سے شاعر کو آزاد کر دیا۔ آزاد نظم میں شاعر موضوع اور ہیئت کے درمیان ایک نیارشتہ استوار کرتا ہے جہاں ہر نظم اپنی ہیئت خود متعین کرتی ہے اور یہ ہیئت موضوع کی داخلی ضروریات سے جنم لیتی ہے۔ حلقہ ارباب ذوق کے شعرانے اس صنف کو فروغ دیا اور بعد میں آنے والے شعرانے اسے مزید وسعت بخشی (رحمان، 2025)۔ نثر میں نظم نے اس آزادی کو اگلے درجے تک پہنچایا جہاں شاعری نثر کی روانی اور شاعرانہ تخیل کو یکجا کر

کے ایک نئی ہیئت تخلیق کرتی ہے۔ افسانے میں جدیدیت نے داخلی یک گوئی، شعور کی رو، فلیش بیک اور علامت نگاری جیسی تکنیکیں متعارف کرا کر قصہ گوئی کے روایتی تصور کو یکسر بدل دیا۔ ان تکنیکوں نے افسانہ نگار کو کرداروں کی داخلی دنیا میں اترنے کا موقع دیا جہاں وقت کی خطی ترتیب ٹوٹ جاتی ہے اور ماضی، حال اور مستقبل ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ انتظار حسین اور انور سجاد نے اس نئی افسانوی تکنیک کو اپنی تخلیقات میں انتہائی کامیابی کے ساتھ استعمال کیا (ویٹنگ، 1985)۔ انور سجاد کے افسانے "انسان" اور "ڈر" میں علامت اور تجرید کا جو جادو بکھرا ہے وہ اردو افسانے میں اسلوبیاتی انقلاب کی معراج ہے۔

استعارے، تشبیہات اور دیگر فنون لسانی کا استعمال جدیدیت کے ہاتھوں ایک بنیادی تبدیلی سے گزرا جس نے اردو ادب کی جمالیاتی فضا کو ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ کلاسیکی اردو شاعری میں استعارے اور تشبیہات زیادہ تر روایتی اور مخصوص تھے جہاں محبوب کے چہرے کو چاند، اس کی زلفوں کو رات اور اس کے قد کو سرو سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ جدیدیت نے ان روایتی استعاروں کو توڑ کر نئے اور چونکا دینے والے استعارے تخلیق کیے جو جدید انسان کی پیچیدہ نفسیات اور بدلی ہوئی دنیا کی عکاسی کرتے ہیں۔ میراجی نے اپنی شاعری میں جسم، جنسیت اور موت کے جوئے استعارے تراشے وہ اردو ادب میں پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے، ان کا شعری اسلوب فطرت کے روایتی تصور کو چیلنج کرتا ہے اور ایک مبہم شاعرانہ زبان کے ذریعے اخلاقی و سماجی مفروضوں کو بے نقاب کرتا ہے (سرکار، 2024)۔ ان مراثی نے اپنی شاعری میں ایرانی اور ہندی اساطیر کے استعاروں کو جدید سیاق میں ڈھال کر ایک نئی علامتی زبان ایجاد کی۔ تشبیہات کے حوالے سے جدیدیت نے روایتی یک طرفہ تشبیہ کی جگہ متعدد اور متضاد تشبیہات کو رواج دیا جہاں ایک چیز کو بیک وقت کئی متضاد چیزوں سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ اس تکنیک نے قاری کے ذہن میں ایک ایسی متحرک تصویر بنائی جو روایتی تشبیہ کی یک جہتی سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور معنی خیز تھی۔ علامت نگاری نے جدید اردو ادب میں ایک مرکزی مقام حاصل کیا اور انتظار حسین، انور سجاد اور قرۃ العین حیدر جیسے ادیبوں نے علامت کو اپنے افسانوں کی جان بنا دیا۔ ان ادیبوں کے ہاں علامتیں محض آرائشی عناصر نہیں بلکہ پوری کہانی کا ڈھانچہ انہی علامتوں پر استوار ہوتا ہے اور قاری کو معانی کی تہوں میں لے جانے کا کام کرتی ہیں۔

اردو جدیدیت کے اہم ادیبوں کے اسلوبیاتی تجزیے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلوب ہر بڑے تخلیق کار کے ہاں اس کی انفرادی شناخت کا حصہ بن جاتا ہے۔ میراجی کا اسلوب اپنی تہہ داری، مسہیت اور جارحانہ جنسی علامتوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے اور انہوں نے محض موضوعات ہی نہیں بدلے بلکہ زبان کی ساخت کو بھی تبدیل کر کے رکھ دیا (سرکار، 2024)۔ سعادت حسن منٹو کا اسلوب اپنی بظاہر سادگی کے باوجود انتہائی پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہے، وہ مختصر سے جملے میں کردار کی پوری نفسیات کو سمیٹ لیتے ہیں اور ان کی کہانیوں میں بیان کی سرعت اور برجستگی ایسا اسلوبیاتی وصف ہے جس نے اردو افسانے کو نئی زندگی بخشی۔ منٹو کا اسلوب بیان کی غیر جانبداری اور جذباتی خطابت سے گریز پر مبنی ہے جو جدیدیت کے اس تصور کے عین مطابق ہے کہ مصنف کو اپنی کہانی میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں تاریخ، تہذیب، فلسفہ اور اساطیر کو جوڑ کر ایک ایسا اسلوب تخلیق کیا جس میں ماضی کی بازگشت حال کی فضا میں گونجتی ہے، ان کا ناول "آگ" کا دریا "اسلوبیاتی سطح پر اردو ادب کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جہاں زمان و مکان کی جکڑ بند یوں کو توڑ کر ایک نئی آفاقی فضا تخلیق کی گئی ہے۔ غلام عباس کا اسلوب اپنی بے ساختگی، طنزیہ لہجے اور مختصر مگر گہرے جملوں کی وجہ سے منفرد ہے، وہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی سمیٹنے کا ہنر جانتے ہیں اور ان کا یہی اسلوبیاتی وصف انہیں اردو کے بڑے افسانہ نگاروں میں شامل کرتا ہے۔ حلقہ ارباب ذوق سے وابستہ شعرا نے اجتماعی طور پر اسلوبیاتی تجربات کو فروغ دیا اور اس گروہ کی بدولت آزاد نظم، علامتی زبان اور نئے استعارے اردو شاعری کا مستقل حصہ بن گئے (صدیقی، 2025)۔ ان تمام ادیبوں کے اسلوبیاتی تجربات نے مل کر اردو ادب کو ایک نئی جمالیاتی اساس فراہم کی جس پر جدید اردو ادب کی عمارت استوار ہے۔

## نتیجہ

اردو ادب میں جدیدیت نے فکری، تہذیبی اور اسلوبیاتی سطحوں پر جو انقلاب برپا کیا وہ اردو ادب کی تاریخ کا سب سے اہم اور دور رس واقعہ ثابت ہوا۔ فکری سطح پر جدیدیت نے انسانی وجود کے بنیادی سوالات کو ادب کا مرکزی موضوع بنایا اور انفرادیت، وجودی بحران، عدم یقین اور تنہائی جیسے تصورات کے ذریعے انسان کی داخلی دنیا کو بے نقاب کیا۔ میراجی، ناصر کاظمی، فیض احمد فیض اور انتظار حسین جیسے تخلیق کاروں نے ان فکری تصورات کو اپنی تخلیقات میں اس طرح جذب کیا کہ اردو ادب عالمی ادب کے شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا۔ روایت اور جدیدیت کے درمیان فکری تصادم نے ایک ایسا تخلیقی تناؤ پیدا کیا جس نے دونوں کے درمیان مکالمے کی راہ ہموار کی اور یہ ثابت کیا کہ جدیدیت روایت کی نفی نہیں بلکہ اس کی توسیع اور تجدید کا نام ہے۔ تہذیبی سطح پر جدیدیت نے استعمار، تقسیم ہند، شہری زندگی کی بے چہرگی اور خاندانی نظام کے ٹوٹنے جیسے موضوعات کو ادب میں شامل کر کے اسے محض جمالیاتی تجربے سے نکال کر اجتماعی شعور کی دستاویز بنا دیا۔ عورت، جنسیت اور مذہب جیسے حساس موضوعات پر جدیدیت کے جرات مندانہ اظہار نے اردو ادب کو انسانی زندگی کی ان حقیقتوں سے روشناس کرایا جن سے پہلے چشم پوشی کی جاتی تھی۔ تہذیبی الجھن اور شناخت کے بحران نے اردو ادب کو ایک ایسی ادبی کائنات عطا کی جہاں ماضی کی یاد، حال کا کرب اور مستقبل کی بے یقینی ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گئے۔

اسلوبیاتی سطح پر جدیدیت نے اردو زبان و ادب کے اظہاری امکانات کو غیر معمولی طور پر وسیع کیا اور اسے روایتی یک معنویت سے نکال کر لامحدود تخلیقی آزادی کی فضاء عطا کی۔ آزاد نظم، نثر میں نظم، داخلی یک گوئی، شعور کی رو، فلش بیک اور علامت نگاری جیسی نئی اصناف اور تکنیکوں نے اردو ادب کی ہیئت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ استعاروں اور تشبیہات کے نئے اور چوکا دینے والے استعمال نے زبان کو ایک تازہ تخلیقی توانائی بخشی اور قاری کو معانی کی ایسی تہوں میں لے گیا جہاں ہر لفظ کئی کئی مفہوم کے دروازے کھولتا ہے۔ میراجی کی علامتی اور مبہم زبان، منٹو کی بظاہر سادہ مگر گہری نفسیاتی گہرائی رکھنے والی نثر، قرۃ العین حیدر کی تاریخی اور تہذیبی وسعت کو سمیٹتا ہوا اسلوب اور غلام عباس کی مختصر مگر معنی خیز عبارت نے مل کر اردو ادب کی اسلوبیاتی بنیادوں کو نئے سرے سے استوار کیا۔ مجموعی طور پر اردو جدیدیت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ محض مغربی جدیدیت کی نقل نہیں بلکہ ایک اصل اور خود مختار تخلیقی تحریک تھی جس نے اپنی مقامی روایت، تہذیبی علامات اور تاریخی تجربات کی بنیاد پر اپنا ایک الگ اور منفرد تشخص تشکیل دیا۔ جدیدیت کے بعد آنے والی مابعد جدیدیت سمیت تمام ادبی تحریکیں اسی کی بنیادوں پر استوار ہوئیں اور یہی اس کی پائدار کامیابی اور اردو ادب میں اس کی مرکزی حیثیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

## حوالہ جات

- نٹس، محمد احمد۔ (2011)۔ میراجی کا تصور جدیدیت: فکری اور اسلوبیاتی تجزیہ۔ لاہور: بک ٹاک۔
- عسکری، محمد حسن۔ (1971)۔ جدید ادب۔ لاہور: مجلس ترقی ادب۔
- فاروقی، نٹس الرحمن۔ (1979)۔ اردو کی جدید تنقید۔ دہلی: انتشارات انجمن۔
- نیئر، ناصر عباس۔ (2020)۔ نوآبادیاتی عہد، جدیدیت اور اردو ادب۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔
- حبیب، محمد اظہر۔ (2007)۔ ٹی ایس ایلینڈ اور اردو شاعری میں جدیدیت۔ اینول آف اردو اسٹڈیز، 22، 43-68۔
- حسین، زاہد، اور اکبر، سمیرا۔ (2025)۔ اردو تنقید میں نو نظری رجحانات اور مابعد جدیدیت: فکری ڈھانچے اور امتیازات۔ زورائز، 11(2)، 93-101۔

ڈبرو، جینیفر۔ (2019). دی آسٹھینٹکس آف دی فریگنٹ: پراگریسوزم اینڈ لٹریچر کی ماڈرنزم ان دی ورک آف آل انڈیا پروگریسو رائٹرز ایسوسی ایشن۔ جرنل آف پوسٹ کولونیئل رائٹنگ، 55(5)، 589-601۔

رحمان، انیس الرحمن۔ (2025). جدید اردو شاعری اور ترقی پسند تحریک۔ سہا پیڈیا۔ <https://www.sahapedia.org/modern-urdu-poetry-and-pwa>

سرکار، جدہاجیت۔ (2024). ایک گہری خاموشی، ایک سخت تنہائی: میراجی کی غیر فطری جدیدیت۔ ساؤتھ ایشین ہسٹری اینڈ کلچر، 15(3)، 300-314۔

صدیقی، عطیہ ہما۔ (2025). جدیدیت کے مباحث اور جدید اردو نظم۔ اورینٹل کالج میگزین، 101(3)، 45-58۔

کیرن، صوبیہ۔ (2012). اردو ادب میں جدیدیت اور ترقی پسند تحریک۔ انٹرنیشنل جرنل آف ریسرچ ان سوشل سائنسز اینڈ ہیومن سائنسز، 2(2)، 1-12۔

میاں، زین آر۔ (2023). دی ایمپویبلٹ آف آسٹھینٹکس آف محمد حسن عسکری۔ ان۔ انجاریا اور A. نیر لکر (ایڈز)، دی آکسفورڈ ہینڈ بک آف ماڈرن انڈین لٹریچر۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔

ویٹنک، لٹڈا۔ (1985). ہندوستان اور پاکستان میں اردو افسانے کی جدیدیت پسند تحریک۔ یونیورسٹی آف وسکونسن۔